مقالۂ افتتاحیہ

ہمارے ہوسٹل اور ان کا نظام

رئیس احمد جعفری

اقامت گاہوں میں جتنی اچھی ذہنی اور فکری تربیت ہو سکتی ہے وہ گھر پر رہ کر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان تعلیم گاہوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے جن سے اقامت گاہیں بھی ملحق ہوں۔ بلکہ بعض ماہرین تعلیمات کا تو یہ خیال ہے کہ بغیر اقامت گاہ کے تعلیم گاہ بیکار ہے۔ اس کا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں غیر منقسم ہندوستان میں قومی اور سرکاری، اور نیم سرکاری درس گاہوں کے ساتھ اقامت گاہوں کا قیام بھی لازمی سمجھا جاتا تھا۔ اور ان تعلیم گاہوں کی زیادہ وقعت نہیں ہوتی تھی جو اقامت گاہوں کے بغیر ہوں۔ بنارس ہندو یونیورسٹی، کاشی ودیا پیٹھ، گرو کل کانگڑہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلما، دارالعلم والعمل فرنگی محل، اور سرکاری درس گاہوں میں لکھنؤ یونیورسٹی، الہ آباد یونیورسٹی اور دوسری جامعات میں اقامت گاہوں کے قیام و انتظام پر خاص زور دیا گیا تھا۔ الہ آباد یونیورسٹی کی اقامت گاہوں میں مسلمان طلبہ کو داخلہ مشکل سے ملتا تھا اور انھیں زیادہ سہولتیں بھی میسّر نہیں تھیں۔ چنانچہ سرسید کے ایک رفیق کار سمیع اللہ خاں نے وہاں محمڈن ہوسٹل کا انتظام کیا اور مسلمان طلبہ کی تکلیف رفع کر دی۔

اقامت گاہوں کے اعتبار سے ابھی پاکستان بہت پیچھے ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ کوئی اقامت گاہ نہیں ہے۔ یہی حال کراچی یونیورسٹی کا ہے۔ سندھ یونیورسٹی بھی ابھی

ذیل میں آتی ہے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی اور پشاور یونیورسٹی میں تقسیم ہند سے پہلے ہی اقامت گاہیں قائم ہو چکی تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

پاکستانی جامعات اور کلیات کے ساتھ اقامت گاہوں کی کمی کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ یہاں سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگے۔ یعنی جیسے ہی پاکستان عالم وجود میں آیا ناقابلِ تصور اور روح فرسا دشواریوں اور پریشانیوں کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جس ملک میں بے شمار افراد کے لیے سر چھپانے کو معمولی سا مکان بھی میسر نہ ہو۔ جہاں اب تک لاکھوں آدمی جھگیوں میں زندگی بسر کر رہے ہوں، جہاں فٹ پاتھ پر گرمی اور سردی کی راتیں گزارنے پر لوگ مجبور ہوں، جہاں حکومت کے وسائل و ذرائع پر پڑوسی ملک کے جارحانہ رویّہ کے باعث خارج از وہم و گمان بار پڑ رہا ہو، وہاں یہ صورت حال قدرتی ہے نہ اس پر تعجب کرنے کی ضرورت ہے نہ ملامت کی۔ حالات رفتہ رفتہ درست ہوں گے، اور امید رکھنی چاہیے کہ حالات کے ساتھ ساتھ یہ دشواریاں بھی کم اور ختم ہوتی چلی جائیں گی، اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں، ان زبردست موانع اور بے اندازہ دشواریوں کے باوجود حکومت اس طرف سے غافل نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے بس میں ہے کرتی رہتی ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ کام تنہا حکومت کے بس کا بھی نہیں ہے۔ اربابِ ثروت کو بھی اس میں اپنے نمایاں حصہ لینا چاہیے اور بدقسمتی کی بات یہی ہے کہ وہ اپنے کاروبار میں اس درجہ منہمک ہیں کہ اس طرف ذرا بھی توجّہ کرنے کی مہلت نہیں پاتے۔ حالانکہ دوسرے ممالک ہیں اور خود غیر منقسم ہندوستان میں اربابِ دولت اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ اس طرح کے کاموں میں بھی حصہ لیتے رہتے تھے۔ مسلم یونیورسٹی، ندوہ، دیوبند، جامعہ ملیہ، اٹاوہ کالج، حلیم مسلم کالج، اور دوسری درس گاہوں میں اگر جایئے تو قدم قدم پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور نمایاں نظر آئے گی۔ ظاہر ہے یہ حکومت کا کام نہیں ہے کہ وہ ڈنڈے کے زور سے لوگوں کو کارِ خیر پر مجبور کرے اور انھیں حکم دے:

پُل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

یہ کام تو ضمیر سے تعلق رکھتا ہے۔ دولت مند اصحاب کو خود ہی اس طرف توجہ کرنی اور اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ اور شاید ایک وقت ایسا آئے کہ وہ از خود اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اپنی کوتاہیوں کی تلافی کر دیں۔

لیکن ایک کام ایسا ہے جس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے اور اسے فوراً عمل میں بھی لایا جا سکتا ہے۔

تھوڑے بہت، اچھے بُرے جتنے بھی ہوسٹل اس وقت پاکستان میں موجود ہیں ان کی اصلاح و تطہیر کا کام شروع کرنے میں کون سی دشواری حائل ہے۔؟

اس وقت صورت احوال یہ ہے کہ جو ہوسٹل موجود ہیں وہاں دوسرے انتظامات تو ہیں، لیکن ایسی جگہ جہاں طلبہ درس گاہ کے بعد کا سارا وقت صرف کرتے ہوں ذہنی تربیت کا بھی پورا انتظام ہونا چاہیے۔ اور مذہبی لگاؤ پیدا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

ضرورت ہے کہ ہر ہوسٹل میں طلبہ سے نماز کی پابندی کرائی جائے۔ ان کے لیے دینی، تاریخی اور ثقافتی لیکچروں کا انتظام کیا جائے۔ کبھی کبھی مجلس وعظ و ارشاد ترتیب دی جائے ایک اچھی اور ستھری لائبریری قائم کی جائے جس میں ایسی کتابیں فراہم کی جائیں جن کے مطالعہ سے قومی اور اسلامی جوش اور جذبہ پیدا ہو۔ اور دل مسلم میں وہ زندہ تمنا لہریں لینے لگے،

جو روح کو گرما دے جو قلب کو تڑپا دے

یہ کام محکمہ اوقاف کا ہے۔ ہماری رائے میں محکمۂ اوقاف کو چاہیے کہ تمام ہوسٹلوں میں اس طرح کے انتظامات کی ذمے داری اپنے سر لے لے۔ اس طرح اپنے مقاصد کی طرف اس کا یہ اقدام اہم ترین قرار دیا جائے گا۔

محکمۂ اوقاف نے کئی اچھے کام کیے ہیں۔ ان اچھے کاموں میں یہ کام سرِ فہرست ہونا چاہیے اس سے ہماری نئی نسل کے اخلاق کا تحفظ ہوگا۔ اس کی روح، دماغ اور قلب میں جلا پیدا ہوگی۔

اور وہ جذبۂ دینی اور غیرت قومی سے سرشار ہو جائے گی۔

کیا اس گذارش پر توجہ کی جائے گی؟

طلبہ میں جو بے راہ روی نظر آتی ہے، نظم و ضبط سے جس طرح وہ دور ہوتے جا رہے ہیں اور اسلامی اقدار و تعلیمات سے ان کی ناواقفیت اور لاعلمی میں جو اضافہ ہو رہا ہے یہ سب چیزیں بڑی آسانی سے ہو سکتی ہیں اگر درس گاہوں کے ہوسٹل فکری اور دینی تربیت کا گہوارہ بنا دیے جائیں۔ اور ہمارے خیال میں یہ کام کچھ ایسا مشکل نہیں ہے!